بعثت سے قبل عصمتِ نبوی

محمد یٰسین مظہر صدیقی *

عصمتِ نبی علیہ الصلاۃ والسّلام کا اصول وعقیدہ اہلِ ایمان میں مسلّمہ ہے جس پر کوئی اختلاف نہیں۔ عام طور سے عصمت سے مراد ''اصول وعقائدِ دین میں خطا وگناہ سے بری ہونا'' لیا جاتا ہے جیسا کہ ایک خیال ہے، لیکن اصل میں عصمت سے یہ مراد ہے کہ انبیاء علیہم السّلام اصول وعقائد ہی میں نہیں تمام معاملات میں بھی معصوم ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ بشر اور عبد بھی ہوتے ہیں لہٰذا ان سے غلطی، خطا اور زلتِ قدم کا صدور ممکن ہوسکتا ہے اور ہوتا بھی ہے، مگر ان کی خطا کی فوری اصلاح اور غلطی کا صدور کے ساتھ ہی ازالہ کر دیا جاتا ہے اور وہ خطا وزلّت باقی ہی نہیں رہتی۔ انتہائی عصمت کے قائل علماء وحکمائے اسلام تو اس حد تک گئے ہیں کہ وہ سے غلطی کا صدور ممکن ہی نہیں سمجھتے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ نبی ورسول سے کسی قسم کی خطا دین وشریعت کے معاملات میں سرزد ہی نہیں ہوتی۔ دونوں نظریات کا بہرحال ماحصل ایک ہے اور وہ یہ کہ نبی ورسول علیہ السّلام کی خطا وغلطی باقی رہتی ہے نہ اس کا اثر (۱)۔

متعدد علمائے اصول ودین نے عصمتِ انبیاء پر کافی مدلّل ومفصل بحثیں کی ہیں کہ وہ (عصمت) منصبِ نبوت کا لازمی حصہ ہے۔ متعدد کتب خاص اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں اور اسلامی عقائد کی کتب میں بھی اس پر ایک مبحث ضرور ملتا ہے۔ علامہ ابوزید بلخیؒ (م:۳۲۲ھ/۹۳۴ء) کی عصمة الانبیاء نامی کتاب کا حوالہ یاقوت حموی نے اپنی کتابوں میں دیا ہے۔ امام رازی (ابوعبداللہ فخر الدین محمد بن عمر بکری تمیمی صدیقی، ۵۴۳ھ/۱۱۴۸ء-۶۰۶ھ/۱۲۰۰ء) کی اسی عنوان سے ایک کتاب ہے۔ امام ابن حزم اندلسی (علی بن احمد، م:۴۵۶ھ/۱۰۶۴ء) نے الفصل فی الملل والنحل (جلد چہارم) میں، قاضی ابوالفضل عیاض (بن موسیٰ یمنی م:۵۴۲ھ/۱۱۴۷ء) نے الشفاء (قسمِ ثالث، باب اوّل) میں، اور ان کے شارح امام خفاجی (احمد بن محمد

☆ سابق ناظم ادارۂ علومِ اسلامیہ وشاہ ولی اللہ ریسرچ سیل، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ (بھارت)۔

م:۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء(شرح الشفاء، جلد چہارم) نے اس موضوع پر بحث کی ہے[۲]۔

عصمتِ نبی کا دیباچۂ حفاظت

رسول اور نبی بننے کے بعد منصبِ نبوت و رسالت کے تقاضے سے عصمت کا عقیدہ متفقہ ہے، مگر اصل مسئلہ زیرِ بحث یہ ہے کہ بعثت و نبوت سے قبل کسی نبی و رسول کو یہ عصمت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ عام طور سے اس مسئلہ کو زیرِ بحث لایا ہی نہیں جاتا کیونکہ علماء کے خیال و فکر میں وہ منصبِ رسالت کا تقاضا اور رسول و نبی کی خصوصیت سمجھی جاتی ہے اور علماءِ کرام نے بالعموم اسے خصائصِ انبیاءِ کرام کے تحت بیان کیا ہے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے سیرۃ النبیؐ میں اسی ذیل و ضمن میں ''نبی کی تیسری اہم خصوصیت'' کی ذیلی سرخی کے تحت ''عصمت و بے گناہی'' پر بحث کی ہے۔ اس مفصل بحث میں تمام انبیاءِ کرام کی عصمت ثابت کرنے کے بعد قبل بعثت و نبوت کے زمانے میں ان کی ''ضلالت'' کے معانی و مفاہیم پر بحث کی ہے کہ وہ ''انبیاء کے حق میں ضلالت سے مقصود گنہگاری، عصیان کاری اور گمراہی نہیں، بلکہ عدمِ نبوت کا دور اور رسالت سے پہلے کا عہد ہے جو نبوت و رسالت کی ہدایت کے مقابلہ میں نسبتاً ضلالت ہے[۳]۔''

اس تعبیر و تشریح میں بھی قبلِ بعثت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و عصمت کا تصور و خیال موجود ہے۔ بہر حال بعض دوسرے علماءِ کرام اور بالخصوص سیرت نگاروں میں متقدمین نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماقبلِ بعثت زندگی میں بھی ایک طرح کی عصمت و محفوظیت کا ذکر واضح الفاظ میں کیا ہے اور محدثینِ کرام کی احادیث میں اس کی تصدیق ملتی ہے۔ متعدد قدیم و جدید سیرت نگاروں نے احادیث و روایات کی بنا پر یہ تو لکھا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتدائے حال سے ہی فطری طور پر ہر بُری بات سے بے زار اور متنفر تھے اور ''حضرات انبیاء اللہ نبی ہونے سے پیشتر ہی سے کفر اور شرک اور ہر قسم کے فحشاء اور منکر سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ ابتدا ہی سے ان حضرات کے قلوبِ مُطّہرہ توحید و تفرید اور خشیت و معرفت سے لبریز ہوتے ہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو حضرات عنقریب کفر اور شرک مٹانے کے لیے اور ہر فحشاء اور منکر سے بچانے کے لیے اور ہر خیر کی طرف دعوت دینے کے لیے من جانب اللہ مبعوث ہونے والے ہیں اور خدا کے مجتبیٰ اور مصطفیٰ برگزیدہ اور پسندیدہ بندے بننے والے ہیں، معاذ اللہ وہ خود ہی منصبِ نبوت و رسالت اور خلعتِ اجتباء و اصطفاء کی سرفرازی سے پیشتر کفر اور شرک کی نجاست

میں ملوّث اور فواحش ومنکرات کی گندگی سے آلودہ ہوں۔ حاشا ثم حاشا قطعاً ناممکن اور محال ہے''(۴)۔

حفاظتِ نبوی سے متعلق علماء کی آراء

مولانا شبلیؒ نے تحریر یہ کیا ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا، دیگر رسومِ جاہلیت میں کبھی شرکت نہیں کی۔'' اسی طرح قریش کے انحرافات اور احمس کے نظریات سے پرہیز کیا۔ مولانا شبلی نے قریش کے بعض انحرافات کا ذکر بھی کیا ہے۔ بعض واقعاتِ سیرت کا ذکر کر کے مولانا مرحوم نے لکھا ہے:

''یہ فطرتِ سلیم اور نیک سرشتی کا اقتضا تھا لیکن ایک شریعتِ کبریٰ کی تاسیس، ایک مذہبِ کامل کی تشید اور رہنمائی کونین کے منصبِ عظیم کے لیے کچھ اور درکار تھا''(۵)۔

سیرۃ المصطفیٰ کے مؤلف گرامی نے حضرت شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت وحدیث کا اضافہ کیا ہے۔ اس کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''فلما نشأت بغضت الی الاوثان وبغض الی الشعر'' (کہ جب سے میرا نشوونما شروع ہوا [کذا] اسی وقت سے بتوں کی شدید عداوت اور نفرت اور اشعار سے سخت نفرت میرے دل میں ڈال دی گئی)۔ نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سرتاپا حق اور صدق ہو، اس کے قول میں اس کے فعل میں، اس کی نیت میں اس کے عزم اور ارادہ میں کہیں کذب اور تخیل کا شائبہ اور نام ونشان بھی نہ ہو۔ لہٰذا مناسب ہوا کہ نبی شاعر نہ ہو۔ اس لیے کہ شاعر کا کذب اور شوائب سے پاک اور منزّہ ہونا اغلباً اور عادتاً ناممکن ہے۔ چونکہ منصبِ نبوت ورسالت آپ کے لیے مقدر ہو چکا تھا اس لیے حق جلّ شانہ نے ابتدا ہی سے آپ کے قلبِ مطہر کو ان تمام امور سے متنفّر اور بےزار کر دیا کہ جو منصبِ نبوت ورسالت کے منافی اور مباین تھے''(۶)۔

اس قسم کی آراء دوسرے سیرت نگاروں کے ہاں بھی ملتی ہیں جن کا ذکر یا حوالہ آتا رہے گا۔ سیرتِ نبوی کے قبلِ بعثت کا دور اور اس میں رسولِ اکرمؐ کی پرورش وپرداخت کے حوالے سے ان کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں خاص وہ واقعات ہیں جن کے ذریعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیک طینتی، نیک خصلت اور سلیم الفطرت ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے جیسے لہو ولعب اور گانے بجانے سے حفاظت کا خاص انتظامِ الٰہی یا منکرات وفواحش وشرک سے محفوظیت کا تکوینی معاملہ۔

بعثتِ نبوی سے قبل حفاظتِ نبوی کے دو ابعاد

قدیم سیرت نگاروں نے بالخصوص قبلِ بعثت کی حیاتِ طیبہ کے بارے میں عصمت وحفاظتِ نبوی کے دو ابعاد دو جہات کا ذکر کیا ہے۔ان کی روایات و احادیث میں عصمت و حفاظت کی ان دو جہات کا انتہائی واضح تصوّر ملتا ہے۔عصمت وحفاظتِ نبوی کی ایک جہت یہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن سے ہی مُنکر اور مقام عالی سے فروتر چیزوں سے حفاظت کی گئی۔اس ضمن میں بعض واقعات کا ذکر تقریباً سب نے ہی کیا ہے۔ایسے واقعاتِ حفاظت کا ایک مختصر تجزیہ اس جہت کے تحت ابھی آتا ہے۔دوسری جہت کو بالعموم قدیم سیرت نگاروں اور محدثین وشارحینِ کرام نے مثبت طور سے بیان کیا ہے ان میں سب سے زیادہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح و صالح اقدامات اور قریشِ مکہ اور عرب کے انحرافات کے بالمقابل صحیح دینی اعمال وسنن کا اختیار کرنا بھی شامل ہے اور قریش وعرب کے تجاوزات و انحرافات کی اصلاحِ نبوی بھی شامل ہے۔اسے قدیم سیرت نگاروں نے ''توفیقِ الٰہی'' سے تعبیر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص ہدایت ملی تھی۔اسے فطرتِ سلیمہ اور اندرونی (باطنی) خیر سے سیرت نگاروں میں سے بعض نے تعبیر کیا ہے، مگر وہ اس سے بلند تر چیز تھی۔

قریشِ مکہ اور عام عرب کے طبقاتِ احناف نے بھی اپنی فطرتِ سلیم اور روایتی دینِ عرب سے تنفّر کی بنا پر صحیح دینِ ابراہیمی کی تلاش شروع کردی تھی مگر وہ بقولِ شبلیؒ ''سب مذہبِ حق کی تلاش کے لیے نکلے، لیکن ناکامی کی دیوار سے ٹکرا ٹکرا کر رہ گئے''(۷)۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی سماجی اور دینی فضا میں پرورش پائی تھی مگر توفیقِ الٰہی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص رہنمائی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پہلے ہی قریشی تجاوزات و انحرافات سے صرف دامن ہی نہیں بچایا بلکہ ان کی ''اصلاح'' بھی فرمائی۔اسے صرف دینِ ابراہیمی کے بقیہ نقیہ کا عطیہ اور دین نہیں کہا جا سکتا۔

مقام ومرتبہ سے فروتر چیزوں سے حفاظتِ الٰہی

تمام محدثین اور اہلِ سیر نے بالاتفاق لکھا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن سے ہی شرک اور اس کے تمام مراسم و اثرات سے بطورِ خاص محفوظ رکھا گیا۔مولانا شبلی اور ان کے جامع سید سلیمان ندوی اور دوسرے جدید اہلِ علم نے بڑی قطعیت کے ساتھ تمام انبیاءِ کرام کی قبلِ بعثت شرک اور اس کے تمام مراسم و اثرات سے

حفاظت وعصمت کا مدلّل ذکر کیا ہے اور قرآنِ مجید کی آیاتِ کریمہ اور احادیثِ شریفہ سے بھی ان کو مستند و مدلّل کیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عظیم ترین گناہ سے محفوظیت کو بطور خاص اجاگر کیا گیا ہے اور دوسرے منکرات ومعاصی سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پاک بتایا گیا ہے۔ اس میں مقام ومرتبہ محمدی کی بزرگی اور کمال بھی چھپا ہوا ہے کہ جب احناف کے فروتر افراد ان آلائشوں سے محفوظ رہ سکے تو منصبِ رسالت اور اس سے زیادہ ختم المرسلینی کے اعلیٰ وافضل مقام ومنصب پر فائز ہونے والی ذاتِ والاصفات کا اس سے محفوظ ومبرا ہونا تقدیرِ الٰہی سے زیادہ حفاظت وعصمتِ الٰہی کا خاص منصوبہ تھا۔ دورِ جاہلی کے بہت سے اکابرِ قریش اور عظمائے عرب دوسرے بڑے گناہوں جیسے بدکاری، شراب نوشی، قتل وغارت گری وغیرہ سے اپنی فطرتِ سلیم کی بنا پر محفوظ رہے تھے تو ان ''کاملین'' کے سرخیل اور اکملِ عرب ان سے کیونکر محفوظ نہ رہتے!

حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلِ بعثت محفوظیت وحفاظت کا جو بزرگ تر اور کامل تر حصہ ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گناہوں سے کہیں فروتر اور کسی حد تک سماجی وثقافتی لحاظ سے جائز چیزوں سے بھی محفوظ رکھا گیا۔ وہ لوگوں یا دوسروں کے لیے اتنی ممنوع یا ناپسندیدہ نہ تھیں جتنی خاتم النّبیین ہونے والی ذاتِ والاصفات کے لیے تھیں۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے والے منصب ومرتبہ کی خاطر ان فروتر چیزوں سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی گئی۔ قرآن مجید کی آیتِ کریمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ماقبل بعثت زندگی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اسی لیے دلیل وحُجت بنایا گیا ہے:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (۹)

کیونکہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے...... (۱۰)

فروتر چیزوں سے محفوظیت کے دو واقعات سب جدید وقدیم سیرت نگاروں نے بیان کیے ہیں لیکن قلمِ شبلی کی رعنائی نے ان کو پیکرِ پاکیزگی بنا دیا ہے لہٰذا ان کا ذکر انہی کی قادر الکلامی سے ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

عرب میں افسانہ گوئی کا عام رواج تھا۔ راتوں کو لوگ تمام اشغال سے فارغ ہو کر کسی مقام میں جمع ہوتے تھے۔ ایک شخص جس کو اس فن میں کمال ہوتا تھا داستان شروع کرتا تھا، لوگ بڑے ذوق وشوق سے رات رات بھر سنتے تھے۔ بچپن میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جلسہ میں شریک ہونا چاہا تھا لیکن اتفاق سے راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا، دیکھنے کے لیے کھڑے ہو گئے وہیں نیند آ گئی اٹھے تو صبح ہو چکی تھی (۱۱)۔ ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق ہوا اس دن بھی یہی اتفاق پیش آیا۔ چالیس برس کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا لیکن دونوں دفعہ توفیقِ الٰہی نے بچا لیا کہ ''تیری شان ان مشاغل سے بالاتر ہے (۱۲)''۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکپن میں تعمیرِ کعبہ کے واقعہ میں شرکتِ نبوی کا واقعہ محدثین اور اہلِ سیر دونوں نے بیان کیا ہے۔ حدیث بخاری:۳۸۲۹ کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمیؓ پتھر ڈھوڈھو کر لا رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ اپنی ازار اپنی گردن پر رکھ لیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھروں کی رگڑ سے بچا لے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازار کھولتے ہی بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑے اور آپ کی دونوں آنکھیں آسمان کی طرف نگراں ہو گئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری ازار میری ازار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازار باندھ لی۔'' حدیث میں صرف اتنا بیان ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ اور دوسرے اہلِ سیرت وحدیث نے مزید تفصیل بیان کی ہے[۱۳] جس کا بنیادی نکتہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی عالم بے خبری میں ہدایت دی گئی کہ کبھی عریاں نہ ہوں۔ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمر بھر عریانی سے محفوظ و مامون ہی رہے۔ آپؐ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے۔

جسمانی تطہیر کا تکوینی نظام

انسانی جسم روح و مادہ سے تشکیل پانے کی بنا پر مادی آلائشوں کا شکار بن سکتا ہے اور بنتا ہے۔ بقولِ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی اس میں قوتِ ملکیہ رکھی گئی ہے اور وہ اس کو ملکوتی صفات سے آراستہ و پیراستہ کرتی ہے اور اس کو عالمِ ملکوت سے وابستہ کرنے کی خاطر اوپر لے جاتی ہے کہ عالمِ ملکوت ملاءِ اعلیٰ اور صالحین کی آماج گاہ ہے۔ دوسری قوتِ بہیمیہ بھی رکھی گئی ہے جو اس کو آلائشوں سے ملوث کرتی، گناہوں میں مبتلا کرتی اور بہائم جیسا بناتی ہے اور اس بنا پر وہ عالمِ ناسوت/ مادی دنیا کی طرف نیچے گراتی ہے کہ مادہ کا مزاج و تاثیر مقام سے گرانا ہوتا ہے۔ یہ سارا نظام انسان کی جبلّت میں اس لیے قائم کیا گیا کہ اس کو ''اختیار'' سے ایک حد تک نوازا اور سرفراز کیا گیا ہے اور اسی پر یعنی اختیار کے صحیح استعمال پر اس کو نجات ملتی ہے اور غلط استعمال پر اس کو مواخذہ و عذاب کا سامنا ہوتا ہے[۱۴]۔

قرآن وحدیث اور اسلامی فلسفۂ حیات نے ان قوتوں کا مرکز انسانی قلب کو قرار دیا ہے۔ وہ قلب جو خون کی تقسیم کا ذمہ دار ہے۔ یہ حسی قلب کی تعریف ہے اور وہ صحیح اور غلط پھٹکیوں کا مرجع و ماویٰ بھی ہے۔ اسی کے نیچے ایک اور قلب کا مقام ہے جو عالمِ ملکوت سے رشتۂ انسانی استوار رکھتا ہے اور ملکوتی صفات پیدا کرتا ہے۔ حسی اور

روحانی قلب میں ایک خاص تکوینی تفاعل ہے جس کی صحیح تفہیم وتعبیر مشکل ہے کہ وہ عقلِ انسانی کے دائرے میں نہیں آتا۔ بشریت کے ناطے انبیاءِ کرام اور مرسلینِ عظام بھی ان دوگانہ قلوب اوران کی کارکردگی اور کارگزاری سے بھی نوازے گئے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث سے بھی اور قرآن مجید کی متعدد آیات سے بھی اس بشری قلب کی ناسوتی پھٹکی کا ذکر ملتا ہے۔ اسی کو شیطان کا حصہ بھی کہا گیا ہے اور اسی کو انسان کی گمراہی اور ضلالت کا ذریعہ وواسطہ بتایا گیا ہے (۱۵)۔ سیّدُ المرسلین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک کے اسی حصہٗ ناسوتی کی تطہیر کا واقعہ بہت اہم ہے۔ اسے عام طور سے معجزۂ شقِ صدر کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ معجزہ اس بنا پر کہ وہ عقلِ انسانی کو عاجز کر دیتا ہے ورنہ دراصل وہ تکوینی نظام کا ایک طریقۂ تطہیر ہے۔ جس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذہنی، شعوری اور عقلی ووجدانی تطہیر کا انتظام کیا گیا تھا اور اس کے لیے بسا اوقات حسی اور محسوس طریقے اختیار کیے گئے اور کبھی کبھی غیر محسوس طریقے بھی جیسے القاء والہام اور وحی وغیرہ، اسی طرح جسمانی تطہیر کے لیے خالص مادی اور حسی طریقے اختیار کیے گئے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے حُجّة اللّٰہ البالغہ اور تفہیماتِ الٰہیہ وغیرہ میں مختلف مقامات پر اس معجزہ پر بحث کی ہے جیسے حُجّة اللّٰہ البالغة میں ہے: ”و **ظهرت الملائكه فشقّت عن قلبه فم لائة ايماناً و حكمةً و ذلك بين عالم المثال و الشهادة، فلذلك لم يكنالشق عن القلب اهلاكا وقد بقى منه اثر المخيط... الخ**“(۱۶)۔

شقِ صدکا اولین تطہیری واقعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکپن/بچپن میں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے گھر پرورش و پرداخت کے زمانے کے بالکل اواخر میں پیش آیا کیونکہ اسی معجزہ کی تاثیر سے گھبرا کر حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؐ کے جدِّ امجد عبدالمطلب ہاشمی اور والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وھب زہری کے حوالے مکہ کر گئی تھیں۔ متعدد سیرت نگاروں اور محدثین کرام نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے وہ تمام روایات جمع کر دی ہیں اور ان تمام روایات واحادیث کی معتبریت وثقاہت پر بحث بھی کی ہے۔ قبلِ بعثت کے اس واقعہ کا بیان مولانا نے یوں لکھا ہے:

......ایک روز آپ جنگل میں تھے کہ دو فرشتے جبرئیل اور میکائیل سفید پوش انسانوں کی شکل میں ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر نمودار ہوئے اور آپ کا شکمِ مبارک چاک کر کے قلبِ مطہر کو نکالا، پھر قلب کو چاک کیا اور اس سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر شکم اور قلب کو اس طشت میں رکھ کر برف سے دھویا۔ بعدازاں قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگائے اور دونوں شانوں کے درمیان ایک

مہر لگادی (۱۷)۔

توفیقِ الٰہی کی عطا

قریشی تجاوزات اور عرب انحرافات میں صراطِ مستقیم یا صحیح دینِ ابراہیمی پر گامزن ہونے کے ضمن میں روایاتِ سیرت وحدیث دونوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توفیقِ الٰہی ارزانی کیے جانے کا باقاعدہ ذکر ملتا ہے۔لیکن اس توفیقِ الٰہی کے عطیہ وعطا کے طریقہ کا حوالہ نہیں آتا کہ وہ القاء و الہام کے ذریعہ ہوا تھا یا خاص وحی کے ذریعہ۔ عام سیرت نگاروں اور محققینِ فن دونوں نے ان اقداماتِ نبوی کو اصلاحات سے بھی تعبیر کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی غلطیوں یا بدعات کی اصلاح فرمادی تھی۔ان میں دونوں طرح کی اصلاحاتِ نبوی ملتی ہیں: بعض ناروا چیزوں کی ممانعت فرمادی اور بعض تسامحات کو بدل کر صحیح طریقہ اختیار فرمایا۔مولانا شبلیؒ نے عریاں طواف کرنے کی ممانعت اور عرفات کے قیام ووقوف کے احیاء واجراء کا ذکر ان اصلاحاتِ نبوی میں کیا ہے جو قبلِ بعثت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھیں (۱۸)۔ روایاتِ حج وعمرہ سے بہر حال یہ واضح ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد امور ومناسکِ حج میں اسی زمانے میں اصلاح فرمائی تھی۔ان میں سے بعض کے قرینے ہیں اور بعض کے بارے میں واضح شہادتیں ملتی ہیں (۱۹)۔

عریاں طواف کی ممانعت

بیشتر سیرت نگار بالخصوص جدید سیرت نگار کعبہ کے طواف کا بحالتِ عریانی انجام دینا ایک عام ابتلا سمجھتے ہیں، حالانکہ ایسا نہیں تھا۔اس جامۂ عریانی سے قبل کئی اور مرحلے تھے اور اس کا تعلق صرف مردوں سے تھا عورتوں سے نہیں۔طواف عریاں کرنے کے باب میں امام بخاریؒ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکپن میں ازار اتارنے کے واقعہ کو نماز وغیرہ میں عریاں نہ ہونے کے لیے بیان کیا ہے۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس اصلاح کا تعلق بہت قدیم دور سے ہے (۲۰)۔

وقوفِ عرفات کا احیاء

قریشِ مکہ مکرمہ بیت اللہ کے مقدس ہالہ کے باسی ہونے کی بنا پر اپنے کو حمس کہتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ ان کے لیے دورانِ حج حرم سے باہر جانا مناسب نہیں جیسا کہ تمام عرب جاتے ہیں، لہٰذا انھوں نے حج میں

عرفات کا وقوف جیسا رکنِ اعظم ترک کرلیا تھا اور مزدلفہ سے ہی لوٹ آتے تھے (۲۱)۔

امامِ سیرت ابن اسحاقؒ اور امامِ حدیث امام بخاریؒ دونوں نے ایک ہی صحابی حضرت جبیر بن مطعم نوفلیؓ سے قریب قریب یکساں الفاظ و معانی کے ساتھ حدیث نقل کی ہے جس کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موصوف نے دورانِ حج عرفات میں اپنے اونٹ پر وقوف کرتے ہوئے دیکھا تھا اور وہ اپنی قوم کے تنہا فرد تھے۔ عام عربوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے قبل اس کا وقوف کیا اور ان ہی کے ساتھ واپس بھی آئے۔ بخاری مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت راوی کو اس پر سخت تعجب ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو حمس میں سے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کا وقوف کیسے کیا؟ راوی گرامی اپنا اونٹ جو کھو گیا تھا کی تلاش میں عرفات تک جا پہنچے تھے خود وقوف کے ارادے سے نہیں گئے تھے۔ بعثت سے قبل سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے قبل: ''قبل ان ينزل عليه الوحی '' کا فقرہ استعمال کیا گیا ہے اور اس کو خاص اللہ کی طرف سے توفیق بھی کہا ہے: ''توفيقا من الله له ''(۲۲)۔

دیگر اصلاحاتِ نبوی اور تحفیظاتِ الٰہی

نبوی اصلاحات میں بعض دوسرے معاشرتی اور اقتصادی امور و معاملات بھی شامل ہیں۔ ان میں سے بیشتر بلکہ سب ہی کو نبوی دور بلکہ بعد ہجرت کے زمانے کا بتایا جاتا ہے، حالانکہ یہ توقیتِ زمانی جزوی طور پر صحیح ہے کیونکہ بہت سے معاملات و امور کا تعلق مکی دور سے تھا اور ان میں سے بہت سوں کا تعلق پیشرو انبیاء کے دور سے تھا۔ موخر الذکر میں خاص خصالِ فطرت کا معاملہ ایک سامنے کی مثال ہے۔ ان کو سنتِ انبیاء بھی قرار دیا گیا ہے کہ وہ تمام رسولوں اور نبیوں کی شرائع اسلامیہ میں پائی جاتی تھیں۔ ان میں سے بیشتر پر جاہلی دور کے پیروانِ دینِ ابراہیمی کا عمل بھی تھا (۲۳)۔ اسی طرح حلال و حرام امور میں سے متعدد کا ذکر اسلامی شرائع ماقبل میں بھی ملتا ہے اور مکی عہد میں بھی بالخصوص مکی سورتوں میں۔ بعض مکی احادیث و روایاتِ سیرت میں بھی ان کا ذکر پایا جاتا ہے اور ان سے قبلِ بعثت کا زمانہ متعین ہوتا ہے۔ مثلاً حضرت زید بن عمرو بن نفیل عدوی مشہور حنیف کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنے ساتھ کھانے کی دعوت دی تو موصوف نے فرمایا تھا کہ وہ بتوں کے چڑھاوے کو اور غیر ذبیحہ گوشت کو نہیں کھاتے اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے اجتناب کا اظہار فرمایا تھا۔ شراب خوری، جوئے بازی، زنا و منکرات اور متعدد ایسے سماجی کاموں سے جاہلی دور کے متعدد ''اشراف و اکابر'' محفوظ رہے تھے ان میں

سرِخیلِ احناف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ محمد بن حبیب البغدادی اور بعض دوسرے وقائع نگاروں نے ایسی حفاظتوں کا ذکر کیا ہے۔ ان سب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و محفوظیت کی دو صورتیں ملتی ہیں: ایک دینِ ابراہیمی حنیفی کی خالص پاسداری جو ان کو حرام بتاتی تھی، دوسری اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص حفاظت و عصمت کی تکوینی توفیق جو ہونے والے پیغمبرِ اعظم کی قبلِ بعثت سیرت کو دلیلِ نبوت بنانا چاہتی تھی (۲۴)۔

خاص تکوینی نظامِ حفاظت وصیانتِ نبوی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بابِ خاص میں اور تمام پیشرو انبیاءِ کرام کے بابِ عام میں ایک خاص تکوینی نظامِ حفاظت اور انتظامِ صیانت کا سراغ ملتا ہے اور وہ بیشتر کتب حدیث و سیرت میں موجود ہے۔ بالعموم سیرت نگاروں نے اس کی بعض روایات کو متفرق طور سے اخلاق و کردارِ نبوی کی عظمت کے ضمن میں بیان بھی کیا ہے، مگر ان روایات اور احادیث کو گوندھ کر ایک جامع نظامِ عصمت و حفاظت کے تحت نہیں بیان کیا محض اس بنا پر کہ ان کی نظر مجموعی تجزیے اور احادیث و روایات کے مجموعی تناظر کی طرف نہیں گئی اور وہ موقعہ بہ موقعہ پر ٹھہرتی رہی۔ اس خاص تکوینی نظامِ حفاظتِ نبوی کے دو ابعاد ہیں: ایک سلبی جو فروتر اور غیر شایانِ شان امور سے بچاتا ہے اور دوسرا ایجابی جو مثبت طور سے عصمتِ نبوی قبل بعثت کا اہتمام کرتا ہے۔ ان دونوں میں باہمی تفاعل و تعامل بھی ملتا ہے اور مشہور محاورے کے مطابق ان دونوں کو ایک ہی سکے کے دو رخ اور ایک ہی معاملے کے دو چہرے قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس خاص نظامِ عصمت کا تعلق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کے ماقبل زمانے سے ہے اور حقیقت میں وہ روزِ آفرینش کی حکمتِ الٰہی کا تقدیری منصوبہ اور تکوینی معاملہ ٹھہرتا ہے کہ اصلاً وہ علم و ارادۂ الٰہی سے متعلق ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مشہور حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے خاندان کی ہر پیڑھی میں نکاح سے پیدا فرمایا اور سفاح (بدکاری) کا اس پر سایہ بھی نہ پڑنے دیا: ’’ولدتُ من نکاح غیر سفاح‘‘ اس حدیث نبوی کے مختلف متون والفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنتِ مبارکہ کے مطابق اس حدیث کو بار بار مختلف مواقع پر مختلف مخاطب افراد و جماعات کے سامنے بیان فرمایا تھا (۲۵)۔ نکاحِ نبوی کو اس حدیث کے بعض اطراف و متون میں نکاحِ اسلام قرار دیا گیا ہے جو بقول حضرت عائشہ صدیقہؓ دورِ جاہلی میں بھی رائج تھا اور وہی صحیح طریقِ نکاح سمجھا جاتا تھا اور وہ وہی تھا جو آج اسلام کا نکاح ہے۔ ان احادیث میں دو اہم ’’تسلسلات‘‘ کی

حقیقت چھپی ہوئی ہے جو معنی خیزی کے لحاظ سے اہم ترین ہے۔ ایک یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانے سے حضرت فخرِ آدم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک نکاحِ اسلام تمام اسلامی شرائع میں جاری رہا۔ اسی بنا پر رسول اکرمؐ کے نسب پاک میں صرف نکاح کی طہارت شامل تھی اور تمام پیڑھیوں اور نسلوں میں نکاحِ جاہلیت کی پرچھائیں بھی نہیں پڑی تھی اور اس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور تمام آباء واجداد کے نکاح پاکیزہ، اسلامی، صحیح سنتِ انبیاء کے مطابق اور تکوینِ الٰہی کے مطابق تھے۔ یہی اسلامی نکاح کی خصوصیت ہر زمانے میں رہی کہ ان میں کسی قسم کی جاہلی آلائش کسی طرح ملنے نہ پائی۔ رسولِ اکرمؐ کے نسبِ مبارک کو خاص طاہر ومُطہّر بنانے کا یہ وہ تکوینی نظام تھا جو روزِ آفرینش سے جاری رہا۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اسی خاص واقعۂ تکوینی اور تقدیرِ الٰہی سے ایک اہم نتیجہ نکالا ہے اور وہ دراصل حدیث ہرقل کی صحیح تفہیم پر مبنی ہے اور اس کی طرف حافظ ابن حجرؒ نے اپنی شرح فتح الباری میں بھی وضاحت کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ تمام انبیاءِ کرام عام طور سے اور سیدنا محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور سے اپنے اپنے زمانے کے اشراف وسادات کے خاندانوں میں بھی افضل واعلیٰ تھے تاکہ خاندانی عظمت وجلالت کی بنا پر وہ اپنے مخاطبین میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جائیں اور ان پر کسی طرح کے فروتر خاندان کی پرچھائیں بھی نہیں پڑنے دی گئی کہ رسولِ عصر بالخصوص خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی خاندانی مسکنت یا سماجی سبکی کا کوئی بھی احساس دلوں میں پیدا ہو سکے اور کارِ پیغمبری اور کارِ دعوت میں کسی طرح سے مانع بن سکے (۲۶)۔

مثبت طور سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان بنو ہاشم میں پیدا ہونا بھی دوسرا تکوینی نظامِ حفاظت ہے۔ اس باب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری مشہور حدیث ہے کہ ''اللہ نے اولادِ اسمٰعیل علیہ السّلام میں سے کنانہ کو منتخب کیا، کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا، قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب کیا'' (۲۷)۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندانِ حضرت ابراہیم کی شاخِ اسماعیلی میں پیدا ہونے کا معاملہ بھی بالکل تکوینی ہے۔ قرآن مجید کی آیتِ کریمہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے فرزندِ اکبر حضرت اسماعیل علیہ السّلام کو خانۂ کعبہ کے اردگرد آباد کرتے ہوئے دعا مانگی تھی کہ ان ہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو ان کو ہدایت دے اور ان کی تعلیم وتزکیہ کرے۔ وہ دعائے ابراہیمی اسی وقت قبول ہوگئی تھی اور اس قبولیت کا اظہار بھی قرآنی آیاتِ کریمہ میں پایا جاتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث اصطفاء

اوران آیاتِ کریمہ کا آپس میں ایک گہرا ربط وتعلق ہے جو حفاظت تکوینی سے بھی ہے۔ اولادِ اسماعیلی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف اصلاب (پشتوں/نسلوں) میں منتخب فرمانے کا جو ذکر زبانِ رسالتمآبؐ سے ہوا ہے وہ اسی تکوینی نظام کے تحت ہوا ہے، جس کو ایک طرف اللہ تعالیٰ اپنی منشا سے جہاں چاہتا ہے رکھ دیتا ہے اور دوسری طرف خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاندان، قبیلہ، عشیرہ اور اسرہ میں منتقل فرماتا ہوا صرف عبداللہ بن عبدالمطلب ہاشمی اور بی بی آمنہ بنت وھب زہری سے پیدا فرماتا ہے۔ اسی واقعہ سے نورِ محمدی کی منتقلی کا معاملہ بھی سمجھ میں آتا ہے (سورۃ البقرۃ:۱۲۹- رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ یُزَكِّیۡهِمۡ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ۔ اسی کے بعد دعائے ابراہیمی کی قبولیت کا ذکر بھی اس میں موجود ہے)۔ نورِ محمدی اور اس کی منتقلی پر حضرت شاہ ولی اللہ نے تفہیماتِ الٰہیہ وغیرہ میں بہت عمدہ بحث کی ہے جو اس تکوینی راز کو کھولتی ہو۔

غیبی محفوظیت/عصمت کے طریقے/منکرات سے حفاظتِ نبوی کے تکوینی ذرائع

نبوت ورسالت سے پہلے چالیس برسوں کو محیط طویل ومبارک زندگی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی حفاظت اور الٰہی عصمت کے متعدد واقعات وروایات میں مختلف طریقے یا وسیلے نظر آتے ہیں۔ ان کا ایک ترتیب سے تجزیہ اس مسئلہ کی تنقیح اور حل میں کافی معاون ثابت ہوگا کیونکہ وہ تکوینی نظام کے ذرائع تھے۔ اس تکوینی نظام کے ذرائع وطُرق جو بعد میں رسول ونبی منتخب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے عصمتِ نبوی کے ضمن میں اختیار کیے گئے تھے، کا تقابلی مطالعہ بھی قبلِ بعثت کی حفاظت نبوی کا امتیاز عصمتِ نبوی سے ثابت کردے گا۔ ان میں سے بعض کا ذکر اوپر کی روایات میں بیانیہ کے دوران آ گیا ہے اور بعض کا ذکر اب کیا جارہا ہے۔

نیند طاری ہونا

دو مواقعِ طرب پر رسولِ اکرمؐ کو شرکت سے روکنے کے لیے نیند طاری کرنے کا طریقہ اختیار کیا گیا۔ قرآن وحدیث اور سیرت کی اصطلاح میں اس کو ''نعاس'' میں مبتلا کردینے کا طریقہ کہا گیا ہے جیسا کہ سورۃ الانفال:۱۱، اور سورۃ آل عمران:۱۵۴، میں فرمایا گیا ہے کہ غم کے بعد نیند طاری کردی گئی تاکہ صدمہ انگیز

ہو جائے۔حضرت شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے اول الذکر آیت کریمہ کا موضح القرآن میں ترجمہ لکھا ہے کہ ''......اور ایک اونگھ آپڑی، اس سے چونکے تو دل کا خوف جاتا رہا''(۲۸)۔

بے ہوشی طاری ہونا

حفاظتِ نبوی میں نیند کی مانند بے ہوشی طاری ہونے اور اس کے زیر اثر کھڑے کھڑے گر جانے اور آنکھوں کا پلٹ کر جانبِ آسمان نگراں ہونے کا ذکر بھی حدیث وسیرت کے بعض واقعات میں قطعی طور سے آتا ہے۔تعمیرِ کعبہ کے واقعہ میں شرکتِ نبوی کے ضمن میں ازار اتارنے کے سلسلے میں حدیثِ بخاری: ۳۸۲۹ کا ذکر گزر چکا، اس میں یہ ذریعۂ غیبی بیان کیا گیا ہے۔روایت وحدیث کے الفاظ ہیں: ''......فخرّ الی الارض وطمحت عیناه الی السماء، ثم أفاق......''(۲۹)۔حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کی تشریح میں امامِ سیرت ابن اسحاق کی ایک اور روایت اسی جیسی بیان کی ہے مگر ان دونوں کا موقع الگ الگ ہے۔اس میں غیبی حفاظت کے ایک نئے طریقہ اور ایک دوسرے تکوینی نظام کا بھی ذکر ہے۔اس کا ذکر ذرا آگے آتا ہے مگر اس روایتِ سیرت اور حدیثِ بخاری مذکورہ بالا کے بارے میں حافظ موصوف نے ایک امکان کا ذکر کیا ہے۔اس سے سردست بحث کرنی ضروری ہے جو اس نظامِ تکوین کی کارفرمائی کو اجاگر کرتا ہے۔

حدیث بخاری: ۳۸۲۹ میں ازار اتارنے کا واقعہ کعبہ کی تعمیرِ نو کا موقعہ ظاہر کر رہا ہے جبکہ روایت ابن اسحاق بچپن (صغرہ) میں بچوں کے ساتھ کھیل کے دوران پتھروں کے کاندھوں پر لانے کا موقعہ سامنے لاتا ہے۔ حافظ ابن حجر کا خیال ہے اور صحیح خیال ہے کہ یہ دو مواقع تھے اور ان دونوں مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عریاں ہونے سے منع کیا گیا تعمیرِ کعبہ کے موقع پر حضرت عباس بن عبدالمطلب ہاشمی کے مشورے پر اور بچوں کے ساتھ کھیلنے کے موقعہ پر ان کے طفلی طریقے کے زیرِ اثر۔ان دونوں مواقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عریاں ہونے سے منع کیا گیا اور اس کے دو طریقے اختیار کیے گئے۔بے ہوشی طاری کرنے کا طریقہ تعمیرِ کعبہ کے وقت استعمال کیا گیا۔یہ بھی بچپن کا واقعہ ہے، البتہ حافظ موصوف کو پکی عمر میں تعمیرِ کعبہ کے واقعہ سے التباس ہو گیا ہے اور انہیں خوامخواہ کبیر (بڑے شخص) پر غلام کے اطلاق کی دور از کار توجیہ کرنی پڑی ہے۔

الہام والقاء

حضرت شدّاد بن اوسؓ کی جس حدیثِ کنز العمال کا حوالہ اوپر آیا ہے اس میں زبانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول بتایا گیا ہے کہ نشو ونما کے شروع ہی میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ مبارک میں شرک، مراسمِ شرک اور بت پرستی کے مظاہروں اور میلوں ٹھیلوں کی طرف شدید نفرت و بے زاری ڈال دی گئی تھی اور اسی نے آپ کو ان مُنکرات سے محفوظ رکھا۔ الہام والقاء کا غیر حسّی طریقہ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کے علاوہ بعض دوسرے پاکیزہ حضرات وشخصیات کے باب میں بھی ملتا ہے۔ اسے کبھی وحی سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی والدہ ماجدہ کی طرف فرزندِ گرامی کی حفاظت کے باب میں قرآن مجید نے اسے بیان کیا ہے (سورۃ القصص :۷)۔ حضرت شاہؒ ولی اللہ دہلوی نے الہام والقاء کے مواقع اور طُرق پر حجة اللّٰہ البالغہ اور دوسری نگارشات میں کافی عمدہ اور حکیمانہ بحثیں کی ہیں[۳۰]۔

رجالِ غیب کی ہدایت

امام ابن سعد کی روایت کے مطابق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طبعی نفرت و بے زاری کے سبب، جو الہام والقاء کی دین تھی، قریش کے ایک استھان- بوانہ کے بت کا معبد- کی زیارت کو کسی طرح نہ جاتے تھے۔ چچا ابوطالب بن عبدالمطلب ہاشمی اور اپنی بعض پھوپھیوں کے بار بار اصرار اور سخت ناراضی کی بنا ایک بار تہوار میں چلے گئے مگر تھوڑی دیر بعد ہی اس مقامِ نفرت سے غائب ہو گئے اور تمام گھر والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پریشان وفکر مند ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کافی دیر بعد واپس تشریف لائے تو سخت خوفزدہ تھے اور چہرۂ انور کا رنگ فق تھا۔ استفسار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خشیت کا ذکر فرمایا اور وجہ بتائی کہ جیسے ہی میں اس بت خانے کی طرف جاتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی گورے رنگ کا ایک لمبا تڑنگا آدمی کھڑا مجھ سے کہتا ہے کہ ”اے محمد! دور رہو، اسے مت چھونا۔“ راویہ حضرت امِ ایمن کے مطابق حضرت محمدؐ پھر کبھی اس تہوار میں نہیں گئے“[۳۱]۔

رجالِ غیب کی حسی کارگزاری کا ایک واقعہ لڑکپن میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعمیرِ کعبہ کے دوران ازار اتارنے کے سلسلہ میں ندائے ہاتف کے ساتھ آتا ہے۔ اس کا ذکر امام ابن اسحاق نے اپنے حصۂ مبعث میں کیا ہے۔ امامِ موصوف کا بیان ہے کہ مجھ سے جیسا ذکر کیا گیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں بھی اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرماتا تھا۔ اس کے بعد واقعہ کا وہ حصہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازار کا اپنی گردن پر رکھنے کا ذکر ہے کہ ”جیسے ہی میں نے یہ کیا ایک دھکا دینے والے نے، جس کو میں نہیں دیکھ رہا تھا، مجھے

دھکا دیا اور پھر اس نے کہا کہ اپنی ازار باندھو اور میں نے اپنی ازار باندھ لی......"وکان رسول الله صلی الله علیه و سلم ......فیما ذکر لی یحدث عما کان الله یحفظه فی صغره، انه قال ......''اذلکمنی لا کم ماراه"، ثم قال: شدعلیك ازارك، قال: "فشددته علّی، ثم جعلت احمل و ازاری علّی من بین اصحابی"(۳۲)۔

مولانا مودودی نے صحیحین، عبدالرزاق، طبرانی اور حاکم کے حوالے وسند کا ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''......کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضورؐ اس وقت بالکل برہنہ ہو گئے تھے۔ قبل اس کے ازار برہنگی کی حد تک اٹھتی بے ہوشی آپ پر طاری ہوگئی (۳۳)۔'' یہ تشریح وتعبیر دل چھو لینے والی بھی ہے اور صحیح تر بھی کہ اس میں مقام ومرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ بھی ملتا ہے اور اس سے زیادہ حفاظتِ الٰہی کا ثبوت واثبات بھی پایا جاتا ہے۔ برہنگی ہو جاتی تو حفاظت ومحفوظیت اور عصمت کہاں باقی رہتی! حافظ موصوف کی شرح امام سہیلی کے حوالے سے ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے امامِ سیرت ابن اسحاق کی یہ روایت بچوں کے کھیل کھیلنے کے سلسلہ میں درج کی ہے۔ ابن اسحاق نے اس روایت کے بیان کا آغاز ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لڑکپن/بچپن میں خاص حفاظتِ الٰہی کے حوالے سے ذکر کیا ہے: ''وکان رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما ذکر لی یحدث عما کان الله یحفظه فی صغره۔'' اس کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میں قریش کے کچھ لڑکوں کے درمیان تھا اور ہم کھیل کھیل میں پتھروں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈھو رہے تھے اور ان سے کھیل رہے تھے۔ ہم سب نے عریاں ہو کر اپنی اپنی ازاروں کو اپنی گردنوں پر رکھ لیا تھا اور ان پر پتھر رکھتے تھے تب مجھے ایک دھکا دینے والے نے دھکا دے کر ازار باندھنے کا حکم دیا اور میں نے اس پر عمل کیا اور اپنے تمام ساتھیوں میں واحد شخص میں ہی تھا جس کی ازار بندھی ہوئی تھی (۳۴)۔

ندائے ہاتف

تکوینی نظام میں بالعموم اور نبوی رشد وہدایت میں بالخصوص ندائے ہاتف یا ندائے غیب کا بڑا مقام ہے۔ وہ اپنی ذات وکارگزاری کی بنا پر بھی بہت اہم ہے اور اس کی نبوی زندگی میں تاثیر بھی کافی اہم جہات کی حامل ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبلِ بعثت حفاظت الٰہی کے ضمن میں اس کا ذکر رسول اکرمؐ کے تعمیرِ کعبہ کے موقعہ پر ازار اتارنے کے حوالے سے آتا ہے۔ اس واقعہ کی دوسری حدیث حافظ ابن حجرؒ نے حضرت ابوالطفیلؓ

کے طریقے اور سند سے بیان کی ہے۔ اس کے مطابق جیسے ہی کشفِ ستر ہوا ندا دی گئی: ''اے محمدؐ! اپنا ستر ڈھانپو''۔ یہ ان اوّلین واقعات میں سے ہے، جن میں آپ کو ندا دی گئی تھی: ''......اذ انکشفت عورته فنودی: یا محمد! غط عورتك، فذلك فی اول مانودی......''(۳۵)۔

اس روایت و حدیث میں صرف ندائے ہاتف کا ذکر ہے جبکہ دوسری روایات میں رجالِ غیب کا ذکر بھی ہے۔ اسی بنا پر محدثین اور شارحین کا خیال اس طرف گیا ہے کہ ایسے متعدد واقعات پیش آئے تھے اور دوسری توجیہ یہ بھی کی گئی ہے کہ ایک ہی واقعہ میں مختلف طریقے حفاظت کے اختیار کیے گئے تھے۔ متعدد واقعات کا خیال کافی اہم اور معنی خیز ہے۔

شجر و حجر کی ندائے تسلیم

کلامِ الٰہی کا فرمان وارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی کلام کی قدرت بخش سکتا ہے اور بخش دیتا ہے جو ظاہری آلاتِ کلام نہیں رکھتے۔ انسانی عقل کی بوالعجبی بھی ہے اور نارسائی بھی کہ وہ آلات و ذرائع کو اکثر و بیشتر اصل کارگزار سمجھ لیتے ہیں۔ اسی لیے بعض نارسا و نافہم افراد و طبقات کی عقلِ کل میں یہ بات نہیں آتی کہ شجر و حجر کیونکر اور کیسے کلام کر سکتے ہیں۔ جہانِ قضا و قدر اور نظامِ تکوین و امر کا یہ مسلمہ فیصلہ ہے کہ وہ کر سکتے ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یارسول اللہ کہہ کر سلام کرتے تھے۔ ایسا بعثت سے پہلے بھی ہوتا تھا اور بعثت کے بعد بھی جاری رہا۔ اس میں اہم چیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینا ہے(۳۶)۔ اور اس غیبی نظام کا ایک دوسرا مظاہرہ ندائے ہاتف، صدائے جبریلی اور غیر مرئی آوازوں کی شہادتوں میں بھی ہوتا تھا۔(۳۷)

فرشتہ حضرت جبریل علیہ السّلام وغیرہ کی کارگزاری

شقِ صدر کے معجزہ کی بحث اور جسمانی تطہیر کے نظام کی شرح میں جو روایات واحادیث بیان کی گئی ہیں۔ ان میں خاصا اضطراب پایا جاتا ہے۔ عام روایات میں دو فرشتوں جبرئیل اور میکائیل علیہما السّلام کے آنے کا ذکر ہے، بعض میں صرف حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے تنہا آنے کا اور شقِ صدر کے کام کو اپنے ہاتھوں سے انجام دینے کا بیان ہے اور بعض میں پانچ پانچ فرشتوں کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کے تشریف لانے کا ذکر ہے۔ ان کی توجیہ بھی کی گئی ہے۔ بہرحال ان روایات سے فرشتوں کے آنے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلِ

بعثت معاملہ کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ اسی بنا پر بعض علماء وشارحین نے لکھا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی اوّلین آمد اوران کی دیدارِنبوی کا پہلا واقعہ یہی ہے جو عمر شریف کے پانچویں سال پیش آیا تھا۔ اس واقعہ میں فرشتہ /فرشتوں کے ناموں اور شخصیتوں کی تعیین کے ساتھ ان کا ذکر آتا ہے، ورنہ دوسرے بعض واقعات میں غیر متعین شخص یا مردِغیب کا ذکر کیا گیا ہے۔ علماء ومحدثین اور سیرت نگاروں کی ایک کثیر جماعت نے جاگتی آنکھوں سے عالمِ بیداری میں اور شعوری حالت میں اس کو ایک عینی واقعہ لکھا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھا تھا اور فرزندانِ حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرشتہ/فرشتے انسانی شکل وصورت میں اس طرح آئے تھے کہ وہ سفید پوش مرد لگتے تھے جیسے بعد نبوت کے واقعات میں حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو حضرت صحابہؓ صرف حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں بطورِ انسان دیکھتے تھے اور ان کی ملکوتی شخصیت سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ یہ آگاہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو عطا فرماتے تھے۔ بہرحال بعض دوسرے علما واہلِ فکر نے ان فرشتوں کو خواب میں دیکھنے اور کارگزاری کرنے کا خیال بھی ظاہر کیا ہے اور وہ اسے تمثیلی واقعہ سمجھتے ہیں، عینی نہیں۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے معجزۂ شقِ صدر میں یہی موقف اختیار کیا ہے البتہ انہوں نے نبوت سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں فرشتوں کو دیکھنے کا ذکر بخاری، کتاب التوحید، بساب صفة النّبی صلی الله علیه و سلم اور کتاب الانبیاء کے حوالے سے تین فرشتوں کو بطور خاص دیکھنے اور ان کا کلام سننے کا ذکر بھی کیا ہے (۳۸)۔

مختصر تجزیہ

نبوت ورسالت کی مسلمہ اور باقاعدہ عصمتِ انبیاء کے قانون ونظام اوران کے کارگزار ہونے سے پہلے قبلِ بعثت کے زمانے میں بھی تمام انبیائے علیہم السّلام کی عصمت کی حفاظت وصیانت کا ایک خاص انتظام الٰہی اور تکوینی نفاذ رہتا تھا۔ اس کی شہادت قرآنِ مجید کی ان تمام آیاتِ کریمہ سے ہوتی ہے جو تمام انبیاءِ کرام کے قبلِ بعثت کردار وعمل سے بحث کرتی ہیں۔ سیدُ المرسلین اور خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلّم کی قبلِ بعثت حفاظت ومحفوظیت کا معاملہ اور بھی مہتم بالشّان اور منطقی ہے۔ پیغمبرِ آخر الزّماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی عظیم وجمیل کردار کا حوالہ سورۂ یونس :۱۶، میں دے کر اسے ایک واقعاتی دلیلِ نبوّت بنایا گیا ہے۔

حضرت محمد بن عبداللہ ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبلِ بعثت حفاظت وعصمت کا ایک واقعی اور دینی پس منظر

بھی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس عرب مکی قریشی معاشرے میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھے تھے وہ دینِ ابراہیمی کے ماننے والوں کا معاشرہ تھا (سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السّلام بانی و معمارِ نو بیت اللہ اور سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السّلام ذبیح اللہ، جدِ امجدِ نبوی کا خاندان و معاشرہ، جس کے بانی نے دعائے بعثتِ محمدی مانگی تھی اور جن کی ملت کے احیاء کے لیے آپؐ مبعوث ہوئے تھے)۔اس معاشرہ میں تمام انحرافات کے باوجود دینِ ابراہیمی کے بقیہ نقیہ موجود تھے جن کا ذکر حضرت شاہؒ ولی اللہ دہلوی اور اس خاکسار نے کیا ہے[۳۹]۔

اس واقعی، تاریخی اور دینی اور معاشرتی پس منظر میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارتیں انبیاءِ کرام لائے تھے۔عالمِ انسانیت ان مبشرات کی کارگزاری کی بنا پر رسولِ آخرالزّماں صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و بعثت اور ظہورِ نبوت کی منتظر تھی، اگرچہ وہ متعینہ طور سے نہیں جانتی تھی کہ وہ شخصِ مبعوث اور انسانِ کامل کون ہوگا لیکن علاماتِ نبوت سے واقف ہو چکی تھی۔ان علاماتِ نبوت میں کردارِ صالح، شخصی عبقریب، دینی وجاہت اور معاشرتی و دینی سیادت کے علاوہ حفاظتِ عصمت بھی شامل تھی۔ہونے والے رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کو منکرات و آثام سے منزّہ ہونا ہی تھا، فروتر اور گری ہوئی چیزوں سے بھی محفوظ و مامون ہونا تھا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے پہلے ہی ان علاماتِ نبوت کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔ نکاح سے ولادت، سفاح سے حفاظت اور خاندانِ بنی ہاشم میں سے انتخاب جیسے تکوینی نظام کے امور اسی حفاظت کے لیے تھے۔"شخصِ انسانی" میں ظہور کے بعد جسمانی طور سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تطہیر و تزکیہ کا کام تکوینی نظامِ حفاظت نے شروع کر دیا۔رضاعت و پرورش اور جسمانی نشو و نما کے تمام دوسرے مراحل میں بھی نظامِ قدرت نے غیر صالح عنصر داخل نہ ہونے دیا اور ایک عمر کو پہنچتے ہی باقاعدہ جسمانی تطہیر اور حفاظت و صیانت کے حسّی عمل کا زریں سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

شقِ صدر خالص حسی اور جسمانی تطہیر کا معاملہ ہے، صرف شرحِ صدر کا نہیں کہ روایاتِ حدیث یہی ثابت کرتی ہیں۔حضرت انس بن مالکؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا مشاہدہ تھا کہ وہ جسمِ اطہر میں سینۂ مبارک پر سلائی کا نشان دیکھتے تھے اور مہرِ نبوت (خاتم النّبوۃ) کا مشاہدہ تو تمام صحابہ کرامؓ کو ہوا تھا۔یہ حسی علائم و نشانات اس کو عینی واقعہ بناتے ہیں۔منکرات و فواحش سے حفاظت تو ہونی ہی تھی کہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم شرک، مراسمِ شرک اور گناہوں سے محفوظ رہیں کہ متعدد کاملینِ عرب بھی ان سے محفوظ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپؐ کے بلند

ترین مقام ومرتبے کے لحاظ سے معمولی اور فروتر چیزوں سے بھی حفاظت کی گئی۔

ممنوعات اور قابلِ گرفت چیزوں سے حفاظت کا سب سے زیادہ نظام منفی طور سے یوں ہوا کہ گانے بجانے، مجالسِ طرب میں شرکت کرنے، ناروا چیزوں کا ارتکاب کرنے بلکہ ان کے قریب بھی نہ پھٹکنے کا غیبی انتظام محسوس طور سے کیا گیا۔ صحیح اعمال وسنن اختیار کرنے اور صحیح تر دینِ ابراہیمی کے خالص حسنات وبرّات کرنے کی توفیقِ الٰہی ارزانی فرمائی گئی۔ حفاظت وصیانت اور عصمتِ نبوی کے جن ذرائع کا ذکر روایاتِ حدیث و سیرت میں ملتا ہے وہ ان کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرتا ہے۔ ناپسندیدہ افعال دیکھنے اور کرنے سے روکنے کی خاطر نیند طاری کی گئی، بے ہوشی وبے خبری اتاری گئی، ندائے ہاتف نے ممانعت کی، رجالِ غیب اور ملائکہ مقرّبین نے ظہور کر کے اور تہدید وتنبیہ بھی۔ ایسے ہی دوسرے وسائل اختیار کیے گئے۔ اس قبلِ بعثت حفاظت وصیانت اور اس کے غیبی انتظام کا خالص نبوی عصمتِ بعد نبوت سے مقابلہ کیا جائے تو وہ عصمتِ خاص کا پرتو معلوم ہوتا ہے۔ یہی طریقے عصمتِ نبوی کی حفاظت وصیانت کے لیے اختیار کیے گئے تھے اور ان دونوں کے ماخذ زبانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے دوسرے نقطۂ نظر سے بحث کی ہے، ملاحظہ ہو: سیرتِ سرورِ دوعالم (دہلی: مرکزی مکتبۂ اسلامی، بار سوم، س۔ن)، ج۱،ص ۷۶-۷۷۔ مزید ملاحظہ ہو: مولانا عبدالسلام ندوی، امام رازی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۵۰ء)، ص ۲۲۹ و مابعد۔

۲) ان کے علاوہ متعدد دوسرے اہل قلم کے مباحث بھی ملتے ہیں جیسے دوست محمد کابلی، تحفة الإخلاء فی عصمة الانبیاء؛ سید سلیمان ندوی، سیرة النبی، جلد چہارم، اور عقائد وغیرہ کی کتاب شرح مواقف وغیرہ نیز مقالہ ''عصمة'' مشمولہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (پنجاب یونیورسٹی، لاہور)، از گولڈزیہر و ادارہ۔

۳) ملاحظہ ہو: سیرة النبی (دارالمصنفین: اعظم گڑھ، ۱۹۸۴ء)، ج۴، ص ۹۲-۱۱۲ بالخصوص ص ۱۱۲۔

۴) مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا یہ بیان قاضی عیاض کی الشفا کی ایک بحث کا خلاصہ ہے اور مولانا شبلی نعمانی کے بیان کا چربہ۔ عصمتِ محمدی قبل بعثت کے واقعات میں اس پر بحث آرہی ہے ملاحظہ ہو: محمد ادریس کاندھلوی، سیرة المصطفیٰ (دیوبند: دارالکتاب، س۔ن)، ج۱، ص ۱۲۴-۱۲۵؛ شبلی، سیرة النبی (اعظم گڑھ: دارالمصنفین، ۱۹۸۳ء)، ج۱، ص ۱۹۹ و مابعد۔

۵) دیکھیے: شبلی، سیرة النبی، ج۱، ص ۲۰۰

۶) کاندھلوی، سیرة المصطفیٰ، ج۱، ص ۱۲۶ بحوالہ کنز العمال جس میں یہ روایت بحوالۂ ابی یعلیٰ وابی نعیم ذکر کی گئی ہے۔

۷) ملاحظہ ہو: شبلی، سیرة النّبی، ج۱، ص ۲۰۰۔

۸) شبلی، سیرة النّبی، ج۱، ص ۱۹۹ و مابعد؛ کاندھلوی، سیرة المصطفیٰ، ج۱، ص ۱۱۶-۱۱۸؛ مودودی، سیرتِ سرورِ دوعالم، ج۲، ص ۱۰۳-۱۰۴؛ بوانہ نامی بت کی زیارت وغیرہ سے انکارِ نبوی اور چچا اور پھوپھیوں کے اصرار پر شرکت کی تو ایک شخصِ غیب کی تہدید وحفاظت بحوالہ ابنِ سعد، قیافہ شناس سے اجتناب بحوالہ ابن ہشام وغیرہ۔

۹) القرآن، ۱۰:۱۶۔

۱۰) شاہ عبدالقادر دہلوی، موضح القرآن، سورہ یونس، آیت نمبر ۱۶۔

۱۱) شبلی، سیرة النّبی، ج۱، ص ۱۹۹؛ بحوالہ بزار ومستدرک، بحوالہ نسیم الریاض، ج۱، ص ۶۰۹؛ السیوطی، خصائص کبریٰ، ج۱، ص ۸۸؛ مزید دیکھیے: ادریس کاندھلوی، سیرة المصطفیٰ، ج۱، ص ۱۱۸-۱۱۹؛ مودودی، سیرت سرور عالم، ج۲، ص ۱۰۲-۱۰۳۔

۱۲) شبلی، سیرةُ النّبی، ج۱، ص ۲۰۰۔

۱۳) بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب بنیان الکعبة؛ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج۷، ص ۱۸۴-۱۸۵ و مابعد، جس میں دیگر روایاتِ حدیث وسیرت بھی ہیں۔

۱۴) شاہ ولی اللہ دہلوی، حجة اللہ البالغہ (دہلی: مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۵۳ء)، ج۱، ص ۲۰ و مابعد فصل: ''سر التکلیف''؛ بحث کے لیے ملاحظہ ہو خاکسار کا کتابچہ: حضرت ولی اللہ دہلوی -شخصیت و حکمت کا ایک تعارف (علی گڑھ: ادارۂ علومِ اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی، ۲۰۰۱ء)، ص ۳۶۔

۱۵) شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، قسم اول کے ابواب میں اس پر حکیمانہ ہے جیسے ''باب سر التکلیف''، ''باب انشقاق التکلیف من التقدیر'' وغیرہ؛ قلب پر آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی بھی ملاحظہ کی جائیں جیسے الرعد: ۲۸، الحج: ۴۶، وغیرہ اور حدیث: الاوھی القلب وغیرہ۔

۱۶) ملاحظہ ہو: ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۲، ص ۲۰۵۔

۱۷) ملاحظہ ہو: کاندھلوی، سیرۃ المصطفیٰ، ج ۱، ص ۷۳-۷۴۔ مولانا نے اس مہر کو مہر نبوت قرار دے کر اس کی حکمت بھی بیان کی ہے۔ ملاحظہ ہو: سیرۃ المصطفیٰ، ج ۱، ص ۷۳-۷۷؛ مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم کے خیال میں شقِ صدر کا معجزہ چار بار پیش آیا جن میں سے دو بار بعثت سے پہلے ہوا تھا (بحوالہ مسند احمد، معجم طبرانی، مستدرک حاکم، تلخیص مستدرک از حافظ ذہبی/ مسند بزار، دارمی، زرقانی، ضیاء الدین مقدسی کی مختارہ .... دلائل ابی نعیم، دلائل بیہقی اور حافظ ابن حجر عسقلانی/ ابن سعد، علامات النبوۃ قبل الاسلام؛ السیوطی، خصائص کبریٰ بحوالہ بیہقی و ابن عساکر؛ ابن حجر، فتح الباری، باب خاتم النبوۃ اور علامہ زرقانی، شرح مواہب، ج ۱، ص ۱۵۰ بحوالہ مسند ابی یعلیٰ و دلائل ابی نعیم؛ ابن سعد، طبقات، ج، ص ۹۶ نیز ابن اسحاق/ ابن ہشام، سیرۃ النبویۃ، ج ۲، ص ۵۶؛ ابن کثیر، البدایہ والنہایہ۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے چھ روایات اس اولین واقعۂ شقِ صدر کے بارے میں نقل کی ہیں جو مختلف صحابہ کرامؓ سے اور بعض تابعی حضرات سے مروی ہیں۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے دس سال کی عمرِ شریف میں شقِ صدر کا دوسرا واقعہ پیش آنے کا ذکر بھی ابن حبان، دلائل ابی نعیم، حافظ مقدسی کی مختارہ اور عبداللہ بن احمد کی زوائد مسند، زرقانی، صحیح مسلم اور فتح الباری، باب علامات النبوۃ قبل الاسلام کے حوالے سے کیا ہے۔ ان تمام روایات و احادیث کی تصحیح و تصویب پر بھی خاصا کلام کیا ہے اور دونوں کو صحیح واقعات قرار دیا ہے۔ سید سلیمان ندوی نے [ملاحظہ ہو: سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۴۸۴-۵۰۴ (فصل: شقِ صدر) یا شرحِ صدر نیز ج ۳، ص ۶۰۸-۶۰۹] پانچ اوقات کا ذکر کیا ہے جن میں سے تیسرا موقعہ بیس سال کی عمر میں پیش آیا اور وہ بھی قبلِ بعثت کا معاملہ ہے بعض نے صرف دو موقعوں کو تسلیم کیا ہے۔ یہ سہیلی کا خیال ہے اور قاضی عیاض اندلسی کے نزدیک صرف ایک مرتبہ کا واقعہ صحیح ہے جو حضرت حلیمہ کے گھر پیش آیا تھا۔ سید سلیمان ندوی صاحب نے اس واقعہ کے دو بار ہونے کی روایت تسلیم کر کے تاویل کی ہے کہ پہلی بار حصۂ شیطانی نکالا گیا اور دوسری مرتبہ علم و حکمت سے معمور کیا گیا۔ ملاحظہ ہو: سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۴۹۷۔ مولانا مودودیؒ نے اپنے بیانِ واقعہ میں خلافِ معمول کسی ماخذ کا ذکر نہیں کیا لیکن ان کی یہ رائے دلچسپ ہے: ''واضح رہے کہ یہ شقِ صدر کا واقعہ اسرارِ الٰہی میں سے ہے جس کی کنہ کو انسان نہیں پہنچ سکتا۔ انبیاء علیہم السّلام کے ساتھ ایسے واقعات بے شمار پیش آئے ہیں جن کی کوئی توجیہ نہیں کی جا سکتی لیکن توجیہ کا ممکن نہ ہونا اس کے لیے کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ ان کا انکار کر دیا جائے۔'' ملاحظہ ہو: سیرتِ سرورِ دو عالم، ج ۲، ص ۹۷۔ اس نقطۂ نظر کی تائید دوسرے اکابر کی بحث سے بھی ہوتی ہے۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے حوالہ و تائید سے اس واقعہ کو شرحِ صدر قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: ''ان تمام غیر متحمل الالفاظ معنی کو تمثیل کے رنگ میں دیکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ عالمِ برزخ کے حقائق ہیں یہاں روحانی کیفیات جسمانی اشکال میں اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح حالتِ خواب میں تمثیلی واقعات جسمانی رنگ میں نمایاں ہوتے ہیں اور جہاں معنی اجسام کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں۔'' ملاحظہ ہو: سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۴۹۸ بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ، ج ۲، ص ۱۵۴: ''اما شق الصدر و ملؤہ إیمانا فحقیقتہ غلبۃ انوار الملکیۃ وانطفاء لھب الطبیعۃ و خضوعھا لمایفیض علیھا من حظیرۃ القدس۔'' شاہ صاحب کی بحث کے دوسرے معانی بھی ہیں۔

۱۸) دیکھیے: شبلی، سیرۃ النبی، ج۱، ص۱۹۹ بحوالہ ابن ہشام، السیرۃ النّبویّہ، ج۱، ص۶۹۔

۱۹) خاکسار کی کتاب مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء (نئی دہلی: فرید بک ڈپو/قرآن اکیڈمی، ۲۰۰۷ء) کے مختلف ابواب میں متعدد مباحث ہیں جن میں خاص باب حج کی اصلاحات ہیں۔

۲۰) بخاری، کتاب الصلوٰۃ؛ فتح الباری، ج۱، ص۶۱۵ و مابعد، ج۳، ص۵۵۴ و مابعد؛ محمد یٰسین مظہر صدیقی، مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص۷۶ و مابعد۔

۲۱) ان کے علاوہ بھی متعدد دوسرے اَحمسی نظریات تھے جن کا ذکر ابن اسحاق/ابن ہشام وغیرہ نے کیا ہے اور خاکسار نے اپنی کتاب مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقا میں اس پر کافی مفصل بحث کی ہے۔ ملاحظہ ہو: مکی عہد نبوی میں، ص۷۵ اور مابعد، ۱۸۶ و مابعد نیز حدیث بخاری: ۴۵۲۰۔

۲۲) مزید بحث کتاب مذکورہ بالا (مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء) میں کی گئی ہے۔ مزید دیکھیے: ابن ہشام، السیرۃ النّبویۃ، ج۱، ص۳۰۴؛ سہیلی، الروض الانف (بیروت، ۱۹۵۶ء)، ج۳، ص۲۹۴؛ صحیح بخاری -۱۶۶۴: کتاب الحج، باب الوقوف بعرفۃ؛ فتح الباری، ج۳، ص۶۵۰-۶۵۳؛ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج۱، ص۲۴۲ بحوالہ امام مسلم کی حدیث؛ محمد یٰسین مظہر صدیقی، مکی عہد نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص۱۷۸-۱۷۹ و مابعد۔ جس میں متعدد روایات واحادیث اس مسئلہ کی ہیں۔

۲۳) خصالِ فطرت پر ملاحظہ ہو: مضمون خاکسار ''خصالِ فطرت''، نداء الصفاء (نئی دہلی)، ۱۵-۲۵ جون ۲۰۰۵ء؛ نیز مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، ص۵۳۰ و مابعد زیر عنوان ''سنت انبیاءِ کرام کا تسلسل''، جس کے تحت یہ خصال ہیں، مونچھیں کتروانا، داڑھی بڑھانا، ناخون ترشوانا، بغل اور زیر ناف کے بال مونڈنا، ختنہ کروانا، کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ بحوالہ بخاری/فتح الباری، ج۱۰، ص۴۱۹ و مابعد؛ مسلم/نووی، کتاب الطہارۃ، باب الفطرۃ وغیرہ؛ سید سلیمان، سیرۃ النبی، ج۶، ص۵۰۴۔

۲۴) مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو: محمد یٰسین مظہر صدیقی، مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، باب: ''احکام تحریم وکراہت'' وغیرہ، ص۴۵۱ و مابعد۔

۲۵) وہ سب ارشاداتِ نبوی ملاحظہ ہوں: ۱) ''**ولِدتُ من نکاحٍ غیر سفاح**''؛ ۲) ''**ان اللہ أخرجنی من النکاح ولم یخرجنی من السفاح**؛ ۳) ''**خرجت من نکاح لامن سفاح**''؛ ۴) ''**اِنی خرجت من نکاح ولم أخرج من سفاح**''؛ ۵) ''**خرجت من نکاح و لم أخرج من سفاح من لدن آدم الی ان ولدنی ابی وامی ولم یصبنی من سفاح الجاھلیہ شئی**''؛ ۶) ''**ماولدنی من نکاح أھل الجاھلیۃ شئ الانکاح کنکاحِ الإسلام**''۔ ملاحظہ ہو: ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، (بیروت: مکتبۃ المعارف، ۱۹۴۴ء)، ج۲، ص۲۵۶-۲۵۹؛ علی بن برہان الدین حلبی، سیرت حلبیۃ (قاہرہ، ۱۹۶۴ء)، ج۱، ص۴۱ وغیرہ؛ ابن سید الناس، عیون الاثر (بیروت: مؤسسۃ عز الدین، ۱۹۸۶ء)، ج۱، ص۳۵-۳۶؛ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج۱، ص۱۲۷ وغیرہ؛ مفصل بحث کے لیے دیکھیے: محمد یٰسین مظہر صدیقی، مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، باب ''نکاح و طلاق''، ص۲۶۷ و مابعد۔

۲۶) دیکھیے: شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج۲، ص۲۰۴: ''**وکذلک الانبیاء علیھم السلام لاتبعث الا فی نسب قومھا فان الناس کمعادن کمعادن الذھب والفضۃ و جودۃ الاخلاق برثھا الرجل من آبائہ**......''۔

۲۷) ملاحظہ ہو: صحیح مسلم، کتاب الفضائل: حدیث [۵۹۳۸] ۱-(۲۲۷۶)...... **انہ سمع واثلۃ بن الاسقع یقول:**

سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: "ان اللہ عزوجل اصطفیٰ کنانة من ولد اسماعیل علیه الصلاۃ و السلام، واصطفیٰ قریشا من کنانة، واصطفیٰ من قریش بنی هاشم و اصطفانی من بنی هاشم۔''

۲۸) ملاحظہ ہو: موضح القرآن (ترجمۂ سورۃ آلِ عمران، آیت نمبر ۱۵۴)۔ مولانا مودودیؒ نے اس واقعہ کو بیہقی اور ابن جریر کے حوالے سے بروایتِ حضرت علیؓ نقل کیا ہے جبکہ مولانا شبلی/سلیمان نے مسندِ بزاز، مستدرک، نسیم الریاض اور خصائص کبریٰ کے حوالے سے، مولانا ادریس کاندھلوی نے مسند بزاز کے علاوہ مسند اسحاق بن راہویہ سے نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح حافظ ابن حجر کے حوالے سے بیان کی ہے۔ اس کے دوسرے مآخذ بھی مل سکتے ہیں۔

۲۹) بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب بنیان الکعبة؛ فتح الباری، ج ۷، ص ۱۸۴-۱۸۵ و مابعد۔

۳۰) ملاحظہ ہو: ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، ج ۱، ص ۱۵، فصول: الہام ملائکہ در نفوس بشر، اور مابعد کے صفحات۔

۳۱) ملاحظہ ہو: مودودی، سیرتِ سرورِ دوعالم، ج ۲، ص ۱۰۳۔

۳۲) دیکھیے: فتح الباری، ج ۷، ص ۱۸۵۔

۳۳) مودودی، سیرتِ سرورِ دو عالم، ج ۲، ص ۱۰۳-۱۰۴۔

۳۴) دیکھیے: فتح الباری، ج ۷، ص ۱۸۵: ''.....لقد رأیتنی فی غلمان قریش ننقل حجارۃ لبعض ما نلعب به الغلمان، کلنا قد تعریٰ و اخذ ازارہ فجعله علی رقبته یحمل علیه الحجارۃ.....'' الخ۔

۳۵) ملاحظہ ہو: فتح الباری، ج ۷، ص ۱۸۵۔

۳۶) دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب الفضائل، حدیث [۵۹۳۹] ۲-(۲۲۷۷): ''انی لاعرف حجرا بمکة کان یسلّم علّی قبل ان ابعث، انی لاعرفه الآن''۔

۳۷) دیکھیے: صحیح مسلم، مسند احمد، مسند دارمی، کتاب الفضائل: ما اکرم اللہ به نبیه.....الخ؛ صحیح بخاری، باب اسلام عمر وغیرہ میں بت خانوں اور بعض جانوروں کی صداؤں کا ذکر ہے جو نبوتِ نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتی ہیں۔ ان مبشرات میں بھی حفاظت وعصمتِ نبوی کا عنصر تائید و گواہی کی شکل میں موجود ہے۔

۳۸) دیکھیے: شبلی، سیرۃ النبی، ج ۳، ص ۶۱۳۔

۳۹) ملاحظہ ہو: محمد یٰسین مظہر صدیقی، ''شریعتِ اسلامی محمدی کا آغاز وارتقاء''، معارف (اعظم گڑھ)، ۱۷۹: ۴ (اپریل ۲۰۰۷ء)، ۲۴۵-۲۶۷؛ وہی مصنف، مکی عہدِ نبوی میں اسلامی احکام کا ارتقاء، خصوصاً ص ۱۳-۲۷۔